بزمِ رسالت کی چھ شمعیں

حضرت اروی رضؓ بنتِ عبدالمُطّلب

حضرت اروی رضؓ کے حسب نسب کے بارے میں اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ وہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی تھیں۔ ان کے قبولِ اسلام پر علامہ ابنِ سعدؒ، ابنِ قیمؒ اور دوسرے بہت سے اہلِ سیر کا اتفاق ہے۔

حضرت اروی رضؓ کا نکاح عمیر بن وہب (بن عبد بن قصیؒ) سے ہوا۔ ان کے صلب سے طلیبؓ پیدا ہوئے۔ ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ حق کا آغاز فرمایا تو جن پاک نفوس نے اس دعوت کے قبول کرنے میں نتائج و عواقب سے بے پروا ہو کر اولیت کا شرف حاصل کیا، حضرت طلیبؓ بھی ان میں شامل تھے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس زمانے میں حضرت ارقمؓ بن ابی الارقم کے گھر میں فروکش ہوئے تھوڑے ہی دن گزرے تھے حضرت طلیبؓ دارِ ارقم سے مسلمان ہو کر گھر آئے اور والدہ سے کہا: "اماں جان میں اپنے (ماموں زاد) بھائی محمدؐ پر سچے دل سے ایمان لے آیا ہوں وہ خدا کے سچے رسول ہیں۔"

حضرت اروی رضؓ نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا لیکن بڑے اخلاص اور دردمندی کے ساتھ اپنے فرزند سے کہا: "بیٹے تمہارا بھائی آج مخالفتوں کے طوفان میں گھرا ہوا ہے بیکس و مظلوم ہے اور واقعی تمہاری امداد کا مستحق ہے، اے کاش مجھ میں مردوں جیسی قوت ہوتی تو اپنے یتیم بھتیجے کو ظالموں کی چیرہ دستیوں سے بچاتی۔"

طلیبؓ نے کہا: "اماں تو پھر آپ بھی اسلام کیوں نہیں قبول کر لیتیں؟"

حضرت اروی رضؓ نے کہا: "مجھے دوسری بہنوں کا انتظار ہے۔"

حضرت طلیبؓ نے کہا: "اماں اب انتظار کا وقت نہیں، خدا کے لیے میرے ساتھ بھائی کے پاس چلیں اور دولتِ اسلام سے بہرہ یاب ہو جائیں۔"

حضرت اروٰیؓ مزید عذر نہ کر سکیں۔ اسی وقت اپنے سعادتمند بیٹے کے ساتھ حضرت ارقمؓ کے گھر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئیں اور سعادت اندوزِ اسلام ہو گئیں۔ یہ واقعہ ۳ سنہ بعد بعثت کی دوسری ششماہی کا ہے۔ بعض سیرت نگاروں کا بیان ہے کہ حضرت طلیبؓ اور حضرت اروٰیؓ حضرت حمزہؓ کے بعد ایمان لائے اور حضرت طلیبؓ نے ماں کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے حضرت حمزہؓ کے قبولِ اسلام کا حوالہ بھی دیا۔ لیکن یہ روایت صحیح نہیں۔ کیونکہ حضرت حمزہؓ ہجرتِ حبشہ ثانیہ کے بعد (۶ سنہ بعد بعثت کے دوران میں) مسلمان ہوئے اس وقت حضرت طلیبؓ ہجرت کر کے حبش جا چکے تھے۔

حضرت اروٰیؓ اور حضرت طلیبؓ قبولِ اسلام سے پہلے بھی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر اندیش تھے۔ حضرت اروٰیؓ اپنے فرزند کو ہمیشہ حضورؐ کی مدد کرنے کی ترغیب دیتی رہتی تھیں۔ وہ ویسے ہی حضورؐ کے جاں نثار تھے، ماں کی تائید سے ان کا حوصلہ اور بھی بلند ہو گیا تھا۔ اور وہ ہر وقت حضورؐ کی حفاظت اور اعانت پر کمربستہ رہتے تھے۔

حافظ ابنِ حجرؒ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عوف بن صبرہ سہمی نے حضرت طلیبؓ کے سامنے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا الفاظ کہے۔ حضرت طلیبؓ جوشِ غضب سے بے قرار ہو گئے اور اس کو اونٹ کے گلے کی ہڈی مار کر لہولہان کر دیا۔ عوف نے حضرت اروٰیؓ سے شکایت کی تو انھوں نے بے ساختہ کہا۔

ان طلیبا نصر ابن خالہ — واساہ فی دمہ ومالہ

طلیب نے اپنے ماموں کے بیٹے کی مدد کی — اور اس کے خون اور اس کے مال کی غمخواری کی

حضرت اروٰیؓ کا بھائی ابولہب اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ ایک دفعہ اس نے چند مسلمانوں کو قبولِ حق کے جرم میں قید کیا تو حضرت طلیبؓ کو سخت غصہ آیا اور انھوں نے اپنے ماموں کو خوب پیٹا۔ اپنے سرغنہ کو پٹتے دیکھ کر بہت سے مشرکین حضرت طلیبؓ کو لپٹ گئے اور ابولہب کو چھڑا کر طلیبؓ کو باندھ دیا۔ چونکہ بڑے معزز خاندان کے فرد تھے اس لیے کچھ دیر بعد چھوڑ دیا۔ ابولہب نے ان کے خلاف اپنی بہن سے شکایت کی۔ حضرت اروٰیؓ نے جواب دیا "طلیب کی زندگی کا بہترین وقت وہی ہے جب وہ محمدؐ کی مدد کرے۔"

ایک دفعہ حضرت طلیبؓ کو معلوم ہوا کہ ابوایاب بن عزیز دارمی نے حضورؐ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ انھوں نے چپکے سے جا کر اس کا سر قلم کر ڈالا۔ حضرت اروٰیؓ کو معلوم

ہوا تو انھوں نے اظہارِ خوشنودی کیا۔

۶ سنہ بعد بعثت کے آغاز میں حضرت طلیبؓ حضورؐ کے ایما پر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے، وہاں سات سال قیام کرنے کے بعد حضورؐ کی ہجرت الی المدینہ سے کچھ عرصہ پہلے مکہ واپس آئے۔ حضرت اروئؓی نے اپنے سعادت مند بیٹے سے جدائی کا یہ طویل زمانہ بڑے صبر و استقلال کے ساتھ گزارا۔

حضرت اروئیؓ کا سالِ وفات اور مزید حالات معلوم نہیں ہیں لیکن ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حضورؐ کی وفات تک حیات تھیں اور حضورؐ کے وصال پر انھوں نے چند درد انگیز اشعار بھی کہے تھے لیکن اس روایت کی ثقاہت کے بارے میں یقینی طور پر کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ بعض اہلِ سیر نے لکھا ہے کہ حضرت اروئیؓ شعر و شاعری میں اچھا خاصا درک رکھتی تھیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

حضرت اُمّ عبدؓ

جلیل القدر صحابی فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی والدہ تھیں۔ مسعود بن غافل ہذلی سے نکاح ہوا۔ انہی کے صلب سے حضرت عبداللہ پیدا ہوئے۔

دعوتِ حق کے ابتدائی زمانے میں شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہوئیں اور ہجرت کی سعادت بھی حاصل کی۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر بہت شفقت فرماتے تھے اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ بن مسعود کو اکثر ابنِ اُمِّ عبد کہہ کر بلاتے تھے۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود وقتاً فوقتاً اپنی والدہ کو حرمِ نبوی میں بھیجا کرتے تھے تاکہ وہ حضورؐ کی خانگی زندگی کے بارے میں معلومات بہم پہنچائیں۔

حضرت اُمِّ عبد کے مزید حالات نہیں ملتے۔

حضرت زینبؓ بنت ابی معاویہ

زینب نام تھا اور رائطہ لقب یا عرف۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو ثقیف سے تھا۔ نسب نامہ یہ ہے۔

زینب بنت ابی معاویہ عبداللہ بن معاویہ بن عتاب بن اسعد بن غاضرہ بن حطیط بن جشم بن ثقیف۔

فقیہ الامت حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی اہلیہ تھیں۔ حضرت عبداللہؓ کا کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا اور وہ بہت تنگدست تھے۔ حضرت زینبؓ دستکار تھیں جو کچھ کماتی تھیں اپنے شوہر اور ان کی اولاد پر صرف کر دیتی تھیں۔ اس طرح دوسرے حاجت مندوں اور مسکینوں کو صدقہ دینے کے لیے ان کے پاس کچھ نہیں بچتا تھا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے صدقہ کا ثواب سن کر ان کے دل میں رہ رہ کر یہ تمنا ہوتی تھی کہ کاش میرے پاس بھی خیرات کے لیے کچھ رقم بچ جاتی۔ ایک دن حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے کہا "میں جو کچھ دستکاری کے ذریعے کماتی ہوں اس سے آپ کی اور آپ کی اولاد کی کفالت کرتی ہوں اس طرح صدقہ خیرات کے ثواب سے محروم رہ جاتی ہوں، آپ ہی بتائیں اس میں میرا کیا فائدہ ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا "جس کام میں تمہارا فائدہ ہو وہ کرو۔ میں تم کو آخرت کے اجر سے محروم نہیں کرنا چاہتا۔"

حضرت زینبؓ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا۔

"یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان میں ایک دستکار عورت ہوں جو کچھ کماتی ہوں شوہر اور اولاد پر خرچ کر دیتی ہوں کیونکہ میرے خاوند کا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے اس طرح مساکین کو صدقہ نہیں دے سکتی۔ ایسی صورت میں مجھے کچھ ثواب ملتا ہے یا نہیں۔"

حضورؐ نے فرمایا "ہاں تم کو ان کی کفالت کرنی چاہیے۔"

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک دفعہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو صدقہ و خیرات کی ترغیب دی۔ حضرت زینبؓ نے حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے کہا کہ آپ بہت تنگدست ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں۔ اگر حضورؐ اجازت دیں تو میں جو صدقہ کرنا چاہتی ہوں آپ ہی پر کر دوں۔"

حضرت عبداللہؓ نے فرمایا "تم ہی جاؤ۔"

حضرت زینبؓ حضورؐ کے آستانِ مبارک پر حاضر ہوئیں تو دروازے پر انصار کی ایک خاتون کو کھڑے پایا، وہ بھی حضورؐ سے یہی مسئلہ پوچھنے آئی تھیں۔ اتنے میں اندر سے

حضرت بلالؓ آئے، دونوں بیبیوں نے ان سے درخواست کی کہ آپ حضورؐ کی خدمت میں عرض کیجیے کہ دو عورتیں دروازے پر کھڑی ہیں اور پوچھتی ہیں کہ وہ اپنے شوہروں اور ان کے زیر کفالت یتیموں پر صدقہ کر سکتی ہیں یا نہیں؟

حضرت بلالؓ نے حضورؐ کی خدمت میں ان کا سوال پیش کیا تو آپ نے فرمایا "وہ دونوں کون ہیں؟"

انھوں نے عرض کیا "ایک عورت انصار کی ہے اور دوسری زینب۔"

حضورؐ نے پوچھا "کون سی زینب؟"

عرض کیا "عبداللہؓ بن مسعود کی اہلیہ۔"

آپ نے فرمایا "ان کو دوہرا ثواب ملے گا ایک قرابت کا دوسرا صدقہ کا۔"

حضرت عبداللہؓ بن مسعود جب گھر تشریف لاتے تو باہر ہی سے کھنکارتے اور بلند آواز سے کچھ بولتے تاکہ اہل خانہ کو ان کے آنے کی خبر ہو جائے۔ مسند ابو داؤد میں حضرت زینبؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود کھنکارتے ہوئے اندر آئے اس وقت ایک بوڑھی عورت مجھے تعویذ پہنا رہی تھی۔ میں نے ان کے ڈر سے اس کو پلنگ کے نیچے چھپا دیا۔ حضرت عبداللہؓ میرے قریب بیٹھ گئے اور میری گردن کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ یہ دھاگا کیسا ہے؟ میں نے کہا کہ یہ دھاگا مجھ کو دم کر کے دیا گیا ہے۔ یہ سنتے ہی انھوں نے یہ دھاگا میری گردن سے توڑ کر پھینک دیا اور فرمایا، تم عبداللہؓ کا خاندان ہو، تم شرک سے بے نیاز ہو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جھاڑ پھونک، تعویذ گنڈے اور اعمالِ محبت شرک ہیں۔ میں نے کہا کہ میری آنکھ میں چبھن محسوس ہوتی تھی چنانچہ فلاں یہودی کے پاس دم کرانے کے لیے جایا کرتی تھی اس کے دم کرنے سے مجھے سکون سا ہو جاتا تھا۔ حضرت عبداللہؓ بولے کہ یہ شیطانی عمل ہے، وہی اپنے ہاتھ سے چبھن پیدا کرتا تھا اور جب دم کر دیا جاتا تو وہ ہاتھ روک لیتا۔ لہٰذا تمھارے لیے اس طرح کہنا کافی تھا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ:

اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا۔

(اے پروردگار کائنات، تکلیف کو دور فرما دے اور تیری شفا ہی اصل شفا ہے

شفا عطا فرما کیونکہ تو ہی شفا بخشنے والا ہے۔ ایسی شفا عطا کر کہ جس کے بعد کسی قسم کی تکلیف باقی نہ رہے)

یہ روایت ابنِ ماجہؒ، ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے بھی نقل کی ہے اور امام ذہبیؒ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے لیکن بعض علماء نے اس کی تاویل کی ہے اور کچھ دوسری روایتوں کے پیشِ نظر اس قسم کی جھاڑ پھونک اور تعویذ کو جائز قرار دیا ہے۔ جس میں شرکیہ کلمات استعمال نہ کیے جائیں۔

مسند احمد حنبل میں ہے کہ حضرت زینبؓ بنت ابی معاویہ کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت اور عقیدت تھی اور وہ وقتاً فوقتاً بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوتی رہتی تھیں۔ حضورؐ بھی ان پر غیر معمولی شفقت فرماتے تھے اور کبھی کبھی ان کو اپنا سر مبارک دیکھنے کی اجازت دے دیتے تھے۔ ایک دن حضورؐ کے سر مبارک کی جوئیں دیکھ رہی تھیں۔ مہاجرین کی کچھ اور خواتین بھی بارگاہِ نبوت میں حاضر تھیں، کسی مسئلے پر بحث چھڑ گئی۔ حضرت زینبؓ اپنا کام چھوڑ کر بولنے لگیں۔ حضورؐ نے فرمایا، تم آنکھ سے نہیں بولتی ہو، کام بھی کرو اور باتیں بھی۔

حضرت زینبؓ کا سالِ وفات اور مزید حالات معلوم نہیں۔ مشہور محدث حضرت ابو عبیدہؒ ان کے فرزند تھے۔

حضرت زینبؓ سے چند حدیثیں بھی مروی ہیں جو انھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عبد اللہؓ بن مسعود سے روایت کی ہیں۔

حضرت جمانہؓ بنتِ ابی طالب

حضرت ابو طالب بن عبد المطلب کی بیٹی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہمشیر تھیں اس لحاظ سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے چچازاد بھائی تھے۔

قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوریؒ نے رحمۃٌ للعالمینؐ جلد دوم میں بیان کیا ہے کہ اولادِ ابی طالب میں جمانہ کا نام ملتا ہے۔ مگر ان کے حالات سے کوئی آگاہی نہیں ملتی، ابنِ اسحاقؒ امام اہل السیر نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیداوارِ خیبر میں سے تیس وسق خرما جمانہؓ دخترِ ابی طالب کے لیے مقرر فرمائے تھے۔ اس فقرہ

سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ خلعتِ اسلام سے مشرف تھیں اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ فتح خیبر تک وہ حیات تھیں۔

حضرت اُمّ ہانی رضؓ بنت ابی طالب

ان کا نام بر اختلافِ روایت فاختہ یا فاطمہ یا ہند تھا، کنیت "اُمّ ہانی" پر سب اہل سیر کا اتفاق ہے۔

عمِ رسول حضرت ابی طالب کی دختر تھیں۔ والدہ کا نام فاطمہؓ بنتِ اسد تھا۔ حضرت جعفر طیارؓ، طالب، عقیل اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے حقیقی بھائی تھے۔

اُمّ ہانیؓ کا نکاح ہبیرہ بن ابی وہب (بن عمرو بن عایذ بن عمران بن مخزوم) مخزومی سے ہوا۔ ہبیرہ بن ابی وہب فتح مکہ کے وقت حالتِ شرک میں نجران کی طرف بھاگ گیا۔ نجران سے اس کی واپسی اور قبولِ اسلام کے متعلق کوئی روایت نہیں ملتی۔[1]

حضرت اُمّ ہانیؓ کے قبولِ اسلام پر سب اہل سیر کا اتفاق ہے۔ لیکن اس کے زمانے کے بارے میں روایات میں اختلاف ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ وہ فتح مکہ کے موقع پر سعادت اندوزِ اسلام ہوئیں اور بعض نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ قدیم الاسلام تھیں۔ البتہ اپنا اسلام چھپائے ہوئے تھیں۔

فتح مکہ کے سلسلہ میں حضرت اُمّ ہانیؓ سے متعلق روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ

---

[1] بعض روایتوں میں ہے کہ ہبیرہ بن ابی وہب نے مکہ سے اپنے فرار کے موقع پر یہ اشعار کہے (یا نجران پہنچ کر وہاں سے لکھ بھیجے)

لعمرك ما وليت ظهري محمدًا ... واصحابه جبنا ولا خيفة القتل

ولكنني قلبت امري فلم اجد ... لسيفي غناء ان ضربت ولا نبل

وقفت فلما خفت ضيقة موقفي ... رجعت لعود كالهزبر الى اشبل

تیری قسم میں نے محمدؐ اور اصحابِ محمدؐ کے سامنے سے بوجہ نامردی اور خوفِ قتل پیٹھ نہیں پھیری بلکہ میں نے دیکھا کہ میرا کام اُلٹ گیا اور میری تلوار اور میرے تیر اب کچھ کام نہیں بنا سکتے۔ جب تک میں نے اپنی جائے قیام تنگ نہ دیکھی ٹھہرا رہا پھر پلٹ آیا جس طرح شیر اپنے بچوں کی طرف لوٹتا ہے۔

پہلے ہی مشرف بہ اسلام ہو چکی تھیں اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت عقیدت اور محبت رکھتی تھیں۔ حضورؐ کو بھی ان کا بے حد لحاظ اور خیال تھا، چنانچہ جن مشرکوں کو حضرت اُمِ ہانیؓ نے اپنے گھر میں پناہ دی حضورؐ نے بھی ان کو پناہ دے دی۔ مزید برآں آپ بہ نفسِ نفیس حضرت اُمِ ہانیؓ کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں نماز پڑھی۔

مسند احمد حنبل میں ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر حارث بن ہشام مخزومی اور زہیر بن امیہ مخزومی (حاکمؒ نے زہیر کی جگہ عبداللہ بن ابی ربیعہ لکھا ہے) حضرت اُمِ ہانیؓ کے گھر میں پناہ گزیں ہوئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معلوم ہوا تو وہ شمشیر بدست اپنی ہمشیرہ کے گھر پہنچے۔ اور یہ کہہ کر دونوں مخزومیوں کو قتل کرنا چاہا کہ یہ واجب القتل قرار پا چکے ہیں۔ حضرت اُمِ ہانیؓ نے کہا کہ انھوں نے میرے ہاں پناہ لی ہے اور میں ان کو ہرگز قتل نہ ہونے دوں گی۔ پھر اپنا دروازہ بند کر لیا۔ اس کے بعد اُمِ ہانیؓ دونوں مخزومیوں کو ساتھ لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئیں۔ حضورؐ نے حضرت اُمِ ہانیؓ کو دیکھ کر فرمایا: مرحبا واہلاً یا اُمِ ہانی۔ کیسے آنا ہوا؟ حضرت اُمِ ہانیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ان دونوں کو پناہ دی ہے اور علیؓ ان کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔

حضورؐ نے فرمایا، جس کو تو نے پناہ دی، اس کو میں نے بھی پناہ دی۔

اس واقعہ کے بعد حارث بن ہشام اور زہیر بن امیہ دونوں صدقِ دل سے مسلمان ہو گئے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں خود حضرت اُمِ ہانیؓ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے اور وہاں غسل فرمایا اور آٹھ رکعتیں پڑھیں، میں نے کوئی نماز اس سے ہلکی اور مختصر نہیں دیکھی لیکن آپ رکوع اور سجدہ پوری طرح کرتے تھے۔ ایک اور روایت میں حضرت اُمِ ہانیؓ نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ چاشت کا وقت تھا (یا یہ چاشت کی نماز تھی)

مسند ابوداؤد اور سنن دارمی میں حضرت اُمِ ہانیؓ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے۔ ایک خادمہ ایک برتن لے کر حاضر ہوئی جس میں پینے کی کوئی چیز تھی (بعض روایتوں کے مطابق یہ شربت تھا) خادمہ نے وہ برتن آپ کو دے دیا۔ آپؐ نے تھوڑا سا پی لیا اور پھر مجھے دے دیا۔ میں نے

اس کو پی لیا اور پھر عرض کیا ، یا رسول اللہ میں روزہ سے تھی اور میں نے پی لیا۔ آپؐ نے پوچھا ، کیا تم نے کوئی قضا روزہ رکھا تھا میں نے کہا ، نہیں۔ آپ نے فرمایا ، اگر یہ روزہ نفل تھا تو کچھ حرج نہیں۔

مسند احمد اور ترمذی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اُمّ ہانیؓ نے کہا ، یا رسول اللہؐ میں روزے سے تھی ، آپ نے فرمایا ، نفل روزہ رکھنے والا اپنے نفس کا مالک ہے چاہے روزہ رکھے چاہے نہ رکھے۔ مسند احمد میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے اُمِّ ہانیؓ سے روزہ توڑنے کا سبب پوچھا تو انھوں نے عرض کیا کہ میں آپ کا جھوٹا واپس نہیں کر سکتی تھی۔ اس روایت سے جہاں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امِّ ہانیؓ فتح مکہ سے پہلے شرفِ ایمان سے بہرہ ور ہو چکی تھیں اور روزے رکھا کرتی تھیں۔ وہاں حضورؐ سے ان کی عقیدت اور محبت کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمِّ ہانیؓ سے نکاح کی خواہش کی تو انھوں نے یہ کہہ کر معذرت کی کہ یا رسول اللہ میرا سن زیادہ ہو گیا ہے اور میرے بچے ہیں (جن کی پرورش میرے لیے ضروری ہے) اس موقع پر حضورؐ نے خواتینِ قریش کے بارے میں فرمایا کہ شتر سوار عورتوں میں سب سے بہتر قریش کی عورتیں ہیں۔ بچپن میں اپنے یتیم بچے سے محبت رکھتی ہیں اور اپنے شوہر کے مال کی بہت زیادہ حفاظت کرتی ہیں۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امِّ ہانیؓ پر بہت شفقت فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ ان سے فرمایا - اُمّ ہانی بکری لے لو یہ بابرکت جانور ہے۔

امام احمدؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اُمّ ہانیؓ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا ، یا رسول اللہ! اب میں بوڑھی ہو گئی ہوں چلنے پھرنے میں کمزوری محسوس ہوتی ہے کوئی ایسا وظیفہ بتا دیجیے جسے بیٹھے بیٹھے پڑھ سکوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ایک سو مرتبہ سبحان اللہ ایک سو مرتبہ الحمد للہ ایک سو مرتبہ اللہ اکبر اور ایک سو مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ کہہ لیا کرو۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت اُمِّ ہانیؓ حضورؐ سے فقہی مسائل اور قرآنِ حکیم کے مطالب دریافت کیا کرتی تھیں۔

حافظ ابنِ حجرؒ کا بیان ہے کہ حضرت اُمّ ہانیؓ نے امیر معاویہؓ کے زمانہ حکومت

میں وفات پائی۔ اولاد میں عمرو، ہانی، یوسف اور جعدہ مشہور ہیں۔

حضرت اُمِّ ہانی فضل وکمال کے لحاظ سے بڑے بلند مرتبہ پر فائز تھیں، ان سے چھیالیس حدیثیں مروی ہیں۔ ان کے راویوں میں حضرت عبداللہؓ بن عباس، عبداللہ بن حارثؓ۔ ابنِ ابی لیلیٰؒ۔ مجاہدؒ، عروہؒ اور شعبیؒ جیسے اکابرِ اُمت شامل ہیں۔

حضرت حولاءؓ

اہلِ سیر نے ان کے حسب ونسب کی تصریح نہیں کی البتہ ان کے شرفِ صحابیت پر سب کا اتفاق ہے۔

علامہ ابنِ اثیر نے اُسد الغابہؒ میں لکھا ہے کہ وہ عطر کی تجارت کیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا میرے شوہر بلا وجہ مجھ سے اعراض کرتے ہیں حالانکہ میں ہر رات کو خوشبو لگاتی ہوں۔ بناؤ سنگار میں بھی کوئی کمی نہیں کرتی لیکن وہ پھر بھی میری طرف توجہ نہیں کرتے اور منہ پھیر لیتے ہیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کو حضرت حولاءؓ کی شکایت کا علم ہوا تو آپ نے ان سے فرمایا "جاؤ اور اپنے شوہر کی اطاعت کرتی رہو"

مسند احمد حنبل میں ہے کہ حضرت حولاءؓ کو عبادتِ الٰہی سے بے حد شغف تھا۔ ساری ساری رات نمازیں پڑھنے میں گزار دیتی تھیں۔ ایک دن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس تشریف فرما تھے کہ حضرت حولاءؓ سامنے سے گزریں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ! یہ حولاءؓ ہیں، لوگ کہتے ہیں کہ یہ رات بھر نہیں سوتیں اور برابر نمازیں پڑھا کرتی ہیں۔ حضورؐ نے تعجب سے فرمایا۔ رات بھر نہیں سوتیں؟ انسان کو اتنا کام کرنا چاہیے جسے ہمیشہ (کسی تکلیف کے بغیر) نباہ سکے۔

حضرت حولاءؓ کے مزید حالات معلوم نہیں ہیں۔

تنقید المسائل
مؤلفہ:۔ شیخ الکل محدث زماں استاذ العلماء
حضرت العلام حافظ محمد صاحب گوندلوی
(قیمت:۔ ۶/۵۰ روپے)
حکیم محمد اسلم۔ اکرامیہ دواخانہ۔ گوندلانوالہ روڈ۔ گوجرانوالہ